



رضویات کے موضوع پر گراں قدر علمی
اور تحقیقی کام کرنے والے

تین مصری دانشوروں

کے اعزاز میں ایک تاریخی تقریب

مفتی اعظم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

ترجمہ ڈاکٹر ممتاز احمد سندھنی الازہری

رضا اکیڈمی لاہور



ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، سلور جوبلی کے موقع پر خصوصی اشاعت
1326ھ / 2005ء

رضویات کے موضوع پر گراں قدر علمی اور تحقیقی کام کرنے والے

تین مصری دانشوروں

کے اعزاز میں ایک تاریخی تقریب

عربی تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

ترجمہ: ڈاکٹر ممتاز احمد صدیقی الازہری

رضا اکیڈمی۔ لاہور

نام کتاب: تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب
 عربی تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، برکاتی
 اردو ترجمہ: ڈاکٹر ممتاز احمد سدید پالانجرہری
 صفحات: 32
 ناشر: رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور
 ہدایہ: دعائے خیر جن معاذین رضا اکیڈمی
 مطبع: احمد جہاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ
 بیرون جات کے حضرات پندرہ روپے کے ڈاک لکٹ بھیج کر
 طلب فرمائیں۔

اکاؤنٹ نمبر: 938/38 حبیب بینک برانچ وین پور لاہور

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ - رضا چوک - مسجد رضا - چاہ میراں فون: 7650440

لاہور نمبر ۳۹

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلاح و سلام ہو
 کائنات کی سب سے بہترین شخصیت ﷺ پر۔

حمد و صلاح کے بعد، مجھے (محمد عبدالحکیم شرف قادری کو) سید و جاحث رسول قادری
 مدظلہ العالی کی رفاقت میں عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف
 میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ اس عظیم یونیورسٹی کو صحیح قیامت تک سلامت رکھے،
 اور اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنائے، ہم اس یونیورسٹی کے بارے میں ایسی اچھی خبریں سنتے تھے
 کہ ہمارے دل خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، ہم نے ازہر شریف کی اسلامی رواداری،
 اعتدال پسندی، اور اس انتہی پسندی سے نفرت کے بارے میں بھی سنا تھا جس نے امت
 مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور کلمہ طیبہ پر ہننے والوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا،
 ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ کریم مسلمانوں کو اتحاد نصیب فرمائے، جامع
 مسجد ازہر اور یونیورسٹی میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

ہم مصر میں قیام کے دوران شیخ الازہر پروفیسر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کے
 خواہش مند تھے، جیسے کہ ہمیں ازہر شریف اور اس کے علماء کی زیارت کا اشتیاق بھی تھا، اس
 کے علاوہ ان تین مصری اساتذہ کی عزت افزائی بھی ہمارے پروگرام میں شامل تھی جنہوں نے
 برصغیر کے بہت بڑے صوفی شاعر امام احمد رضا خان قادری کے بارے میں علمی کام کئے تھے،
 حضرت مولانا اسلامی اور عربی علوم کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال ادبی صلاحیتوں
 کے مالک تھے، اس لئے آپ شاعر، فقیہ، محدث، دینی مصلح، اور بہت سی علمی کتب کے مؤلف
 کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ہم ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو دل میں ازہر شریف کی
 زیارت کا شوق لئے مصر پہنچے، اس کے علاوہ ہم ان اہل بیت اور اولیائے کرام کے مزارات کی

زیارت کے بھی مشتاق تھے جن کے دم قدم سے سرزمین مصر نور کی برسات سے نہال ہوئی۔

ہمارے قاہرہ پٹھنے کی خیر قاہرہ کے ایک ٹیکڑین "السواء العربی" (شمارہ نمبر ۱۳۵ بروز بدھ بتاریخ ۹/۹/۹۵) میں اس طرح شائع ہوئی: اس بھٹے سیدہ جاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا - کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ قاہرہ پہنچے، یہ پاکستانی وفد پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طوطی، شیخ الازہر - اور ڈاکٹر نصر فید واصل - مفتی مصر سے ملاقات کرے گا۔

اور ۵ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء کو ہمیں الامام الاکبر جناب شیخ الازہر سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، ہم نے انہیں پیکر اخلاقی عالم پایا، ان کی طبیعت میں علماء کی روایتی سادگی ہے، ہماری ان سے ملاقات تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی، ملاقات کے آغاز میں ہم نے انہیں الازہر شریف کے بارے میں پاکستانی عوام کے نیک جذبات پہنچائے اور انہیں بتایا کہ اہل پاکستان دوبارہ ان کی زیارت کے مشتاق ہیں، کیونکہ وہ اس عظیم یونیورسٹی اور اس کے عظیم شیخ کو بڑی محبت اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس عظیم دانشگاه کو اپنی حفاظت میں رکھے، الازہر شریف کا پوری امت اسلامیہ پر بڑا احسان ہے، اس احسان کا جب بھی ذکر ہوگا الازہر کا شکریہ ادا کیا جائے گا، کیونکہ یہاں عالم اسلام کے نوجوان تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں، اور ان کے دلوں میں علم اور میانہ روی کی محبت پیدا کی جاتی ہے۔

ہم نے جناب شیخ الازہر صاحب کو امام احمد رضا خاں بریلوی کی بعض عربی تالیفات پیش کیں، اور بعض کتابیں امام اہلسنت کی زندگی کے بارے میں بھی پیش کیں، اسی طرح ہم نے ان سے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز قاہرہ میں تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں پروگرام منعقد کرنے کی اجازت چاہی تو شیخ الازہر صاحب نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور بشرط فرصت شرکت کا بھی وعدہ فرمایا، اسی طرح ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اور جامعہ امجدیہ کراچی کے لئے ازہری اساتذہ بھیجے جائیں تو انہوں نے اسی وقت ان دونوں درخواستوں پر بھی دستخط عبت فرمائے،

اور ملاقات کے آخر میں ہمیں ڈیپرسیٹاری کتابیں عنایت فرمائیں، ان میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی تفسیر بھی شامل تھی، اس طرح ہم شیخ الازہر صاحب کے عظیم الشان دفتر سے واپس آئے اور ہمارے دلوں میں الازہر شریف، اس کے شیخ اور اس کے علماء کی محبت میں اضافہ ہو چکا تھا۔

ہماری اس ملاقات کی خبر، ہنامہ الازہر (رجب ۱۴۲۰ھ اکتوبر ۱۹۹۹ء) میں اس طرح طبع ہوئی: جناب شیخ الازہر نے اپنے دفتر میں سیدہ جاہت رسول قادری - ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری - شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور - اور ان کے ہمراہ آنے والے وفد سے بروز بدھ ۵ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۵/۹/۱۹۹۹ء ملاقات کی، ڈاکٹر صاحب نے معزز مہمانوں کو الازہر شریف میں خوش آمدید کہا اور معزز مہمانوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا اور الازہر شریف کی زیارت کے حوالے سے انتہائی خوشی کا اظہار کیا، کیونکہ ان کے اور پاکستانی عوام کے دلوں میں الازہر شریف کی بڑی قدر و منزلت ہے، اور یہی وہ شیریں چشمہ ہے جہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، چونکہ جامعہ نظامیہ رضویہ کو الازہر کے معہد الغراء ان (تجوید اور قراءت کی تعلیم کے لئے قائم کردہ ادارہ) کی طرز پر ایک ادارے کی ضرورت ہے، اور اسی طرح انہیں قرآنی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہے، اس لئے ہمیں اساتذہ وئے جائیں اسی طرح انہوں نے شیخ الازہر کو لاہور میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی۔

ہم نے مصر کے مفتی ڈاکٹر نصر فید واصل صاحب سے ملاقات کی بھی کوشش کی لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی، ہمیں بڑی مسرت ہوئی اگر ان کے ساتھ چند گھنٹیاں بھی بیٹھتے۔

ہم نے جامعہ الازہر کی فیکلٹی آف لیٹریچر اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو کا بھی دورہ کیا جہاں ڈاکٹر حازم محمد اردو پڑھاتے ہیں، انہوں نے ہی امام احمد رضا خاں کا عربی دیوان "بساتین الغفران" مرتب کیا اور سلام رضا کا اردو سے عربی نثر میں ترجمہ کیا، پھر پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اس نثری ترجمے کو عربی شعروں میں ڈھالا، اسی طرح

والٹر حازم صاحب نے امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب شائع کی: "مولانا احمد رضا خاں کی رحلت پر اتنی (80) ہجری سال گزرنے کے حوالے سے یادگاری کتاب "الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا بمناسبتہ مرور ثمانین عاما ہجریا علی رحیلہ"

اس طرح ہم نے جامعہ ازہر کے فیکلٹی آف یونیورسٹی (برائے طالبات) میں قائم شعبہ اردو کا بھی مختص سا دورہ کیا۔

اسی طرح ہم بین شمس یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لٹریچر (کلیۃ الآداب) میں قائم شعبہ فارسی میں فارسی کے مصری استاد سے بھی ملے، ہم عرب دنیا کی سب سے بڑی لائبریری "دار الکتب المصریہ" میں بھی گئے اور اس کے کئی ہال دیکھے۔

ہمیں قاہرہ اور اسکندریہ میں اہل بیت کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ہم جہاں بھی گئے گرجوشتی سے ہمارا استقبال کیا گیا، بطور مثال ہم پرفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا وہ استقبالیہ مضمون ذکر کرنا چاہیں گے جو ڈاکٹر حازم محمد صاحب کی کتاب "الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا خان بمناسبتہ مرور ثمانین عاما ہجریا علی رحیلہ" میں شائع ہوا، استقبالیہ مضمون درج ذیل ہے:

امام جمادی الاولیٰ کے آخر میں پاکستان سے دو عظیم القدر عالم مصر تشریف لارہے ہیں، سید وجاہت رسول قادری - صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور مولانا محمد سعید شرف قادری - شیخ الحدیث جو مدظلہ میہ رضویہ لاہور - شیخ الازہر، مصری علماء اور ان سے ملاقات کریں گے۔

ان دو عالموں کی مصر میں آمد بڑی معنی خیز ہے، دونوں پاکستان کے عظیم عالم دین ہیں، ان کا مصری علماء دین اور ادیبوں سے ملنا پاکستان اور مصری علماء کے گہرے تعلق کا

ان دونوں مہمانوں کی آمد پاکستان اور مصر کے درمیان دین اور علم کے ناٹک محبت اور اخوت پر دلالت کرتی ہے، یہ دونوں مہمان مصر میں بعض علماء دین اور ادیبوں سے ملیں گے، ہمارے سچے دین نے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے مسلمانوں کے دلوں اور عقول کو ایک پیغام پر جمع کر دیا ہے، یہ دونوں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کریں گے جو دین اور علم کے لئے یکساں سودمند ہوگی۔

ہم ان دونوں کی رہنداری اور علم کے باعث ان پر نازاں ہیں، اور انہیں مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں، ان کا مصر میں آنا اتحاد بین المسلمین کی واضح دلیل ہے، کیونکہ ایمان ہی انہیں ایک ملک (مصر) میں اور ایک پیغام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ملتا رہا ہے۔

بلاشبہ یہ اسلامی وحدت کی حقیقت ہے اور اسلامی دین اس وحدت کا موجد ہے، اور یہ وحدت کا واضح اور مضبوط مظہر ہے۔

ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں، اور ہم ان کے میزبان ہیں، اور ان کی آمد کے تہہ دل سے قدر دان ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ ان دونوں جیسے علماء کی تعداد کثیر فرمائے، یہ دونوں اسلامی عزت کے علمبردار ہیں، ہم اسلام پر فخر کرتے ہیں اور ان سے محبت اسلام کے باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ان دونوں کی مصر میں آمد ہمارے اور مصر کے لئے بھلائی کا راستہ کھلنے کا سبب ہو، اور یہ راستہ ان دونوں کے علاوہ اور پاکستانی علماء کے لئے بھی ہمیشہ کھلا رہے۔

ہم ان دونوں کو خوش آمدید کہتے ہیں، دونوں ایمان میں ہمارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک لمبے فراق کے بعد ان کی فرقت کو دور فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کرے کہ مصر میں ان کے بھائی ان کی پر خلوص ملاقات سے شاد کام ہوں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد اب ہم الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لٹریچر اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں اردو زبان و ادب کے مصری استاد ڈاکٹر حازم محمد کے استقبالیہ کلمات کا ذکر کرتے ہیں، انہوں نے لکھا پاکستان سے

معروف عالم دین کا مصر میں آنا مصر اور پاکستان کے درمیان اسلامی ہم آہنگی کا مظہر ہے، ان کی آمد ازہر شریف زیارت اور شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کی خواہش، ان لوگوں کی مصر سے محبت پر دلالت کرتی ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ 7 ستمبر 1999ء میں پاکستان سے دو ممتاز اسلامی شخصیات قاہرہ پہنچ رہی ہیں جن میں سید و جاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) اور علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ) شامل ہیں، یہ دونوں حضرات کچھ دن مصر میں قیام کریں گے، اس دوران شیخ الازہر، مفتی الجمہوریہ (مفتی مصر) نقیب السادة الاشراف (مصر میں سادات تنظیم کے سربراہ) شیخ المشائخ (مصر میں مثلاً سطل طریقت کی تنظیم کے سربراہ) اور دیگر دینی و ادبی شخصیات سے ملاقات کریں گے۔

علاوہ ازیں ازہر یونیورسٹی اور بین یونیورسٹی کے اساتذہ اور اردو زبان و ادب کے طلبہ سے ملاقات کریں گے، جبکہ قاہرہ اور دوسرے شہروں میں واقع سیاحی مقامات اور دینی آثار کا مشاہدہ بھی کریں گے، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

علامہ سید و جاہت رسول قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے دوسرے صدر ہیں وہ انتہائی بااخلاق اور متین شخصیت کے مالک ہیں، ان کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے کام میں علمی سطح پر نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے کئی کتابوں کا عربی سے اردو اور فارسی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے، وہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی شہرہ ور نگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، عربی اور فارسی میں مہارت کا تجربہ رکھتے ہیں، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

ان دونوں علمائے اہل حق ہم اس سفر سے لطف اندوز ہوئے، یہ سفر علمی اور روحانی اعتبار سے اہل حق و اہل حق کے لیے بہت قیمتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ادارہ کی خدمت میں ہر وقت ایسا ہی کامیاب سفر ہو، اور طلبہ کے ساتھ آباور کھے، نیز اسلام اور مسلمانوں کے لئے

اس کی حفاظت فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ الازہر شریف میں حاضر ہونے سے محروم نہ رکھے۔ (۱)

محمد عبدالکیم شرف قادری

شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم اعتراف مورخہ ۱۱ فروری 2004ء کو دوبارہ الازہر کے ملک مصر میں پہنچا جہاں اگلے دن فیکائی آف اسلام ایڈز عربک سنڈیز قاہرہ میں پی، ایچ ڈی کے عزیزم ممتاز احمد سیدی کے پی، ایچ ڈی کے مقالے کا مناسبتہ ہونا تھا اور اگلے دن راقم الحروف مناسبتہ کی اس تقریب میں حاضر تھا اور میرے لئے یہ اعز مسرت اور شان کا می کا باعث تھا، اس سفر اور مناسبتہ کی تفصیل ان شاء اللہ الگ ایک مضمون کی شکل میں تحریر کی جائے گی، الحمد للہ چار افراد پر مشتمل وفد میں نے تقریباً تین گھنٹے تک مقالے کا مناسبتہ کر کے مقالہ نگار کو مرتبہ الشرف الاوّلی کے ساتھ عربی ادب میں پی، ایچ ڈی کی ڈگری جاری کرنے کا اعلان کیا، وہ لمحات میرے لئے حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کے ایک خوش چہنس اور محبت کی نشیبت سے بڑے ہی تاریخی تھے علاوہ ازیں ایک باپ کی حیثیت سے میری جبین نیاز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بہت شکر بجا رہی تھی۔ الحمد للہ والشکر لہ محمد عبدالکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا خان کی زندگی کے چند ناخاک پہلوؤں کو اجاگر کرنے والا یہ پروگرام اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا، اس میں امام احمد رضا خان کی شخصیت، فکر، اصلاحی کوششوں اور ان کی دینی و ادبی کارناموں پر تحقیق کرنے والے تین اساتذہ کی عزت افزائی بھی شامل تھی۔

الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا (قاہرہ) نے ۱۹۹۸ء میں پاکستانی مقالہ نگار جناب شیخ احمد شاہ نوائے مقالے "الإمام أحمد رضا خان وأثره على الحق السلفي" کے مناقشے کے بعد فقہ میں ایم فل کی ڈگری جاری کی، فاضل مقالہ نگار نے "مسند مفتاح محمد النجاشی" کی گمرانی میں مقالہ لکھا، پھر الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلبہ) قاہرہ نے ہمارے سعادت مند بیٹے ممتاز احمد سدیدی کو "الشیخ أحمد رضا خان البریلوی الهمدي شاعر عریبی" کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر اعلیٰ مناقشہ کے بعد عربی ادب اور تنقید میں ایم فل کی ڈگری جاری کی، اس مقالے کی گمرانی کے فرائض ڈاکٹر رزق مرسى ابو العباس نے سرانجام دئے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو امام احمد رضا خان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، وہ واقعی برصغیر میں اسلام کی نامور شخصیات میں سے تھے۔

تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں شیخ الازہر مدظلہ کی اجازت سے مورخہ ۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۹ء کو پروگرام منعقد ہوا پروگرام میں پاکستانی سفارتخانے سے بعض شخصیات نے شرکت کی، اس کے علاوہ مصری، ہندوستانی، بنگلہ دیشی اور پاکستانی طلبہ نے بھی پروگرام میں شرکت کی، محفل کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا، قاری فیاض الحسن صاحب نے تلاوت کی، پھر ڈاکٹر رزق مرسى ابو العباس صاحب نے نقابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے جب ہمارے محفل کے آغاز میں خوبصورت تلاوت کلام پاک سنی، ہم اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اس اجتماع کو اچھا اور بابرکت بنائے، ہم اس ملاقات کے آغاز میں سب مہمانوں کو تیسرا تیسرا خوش آمدید کہتے ہیں، اور اسے بھی جو آنا چاہتا تھا، لیکن کسی مجبوری سے نہیں آ سکا، ہم سب لو اہلاً وسہلاً کہتے ہیں، شہر قاہرہ ہمیشہ جستجو والوں کا کعبہ رہے گا، اور

الازہر شریف عالم اسلام کے جوانوں کے لئے اپنے بازو پھیلائے رکھے گا، تاکہ وہیں علم حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پڑھیں اور قرآن کی زبان سیکھیں، اور اپنے علم کے ذریعے قرآن پاک، سنت نبویؐ اور اپنے دین کے مختلف فنون میں مقالات و تصانیف دلائل دفاع کریں، ہم سب کو مرحبا کہتے ہیں، ہم حسب آپ کیسے بازوؤں سے پیچھے ہٹ سکتے ہیں تو، بے اختیار کہتے ہیں: اے اللہ الازہر شریف کا ہمیشہ چرچا رکھنا، یہ اسلام کا ایک قلعہ ہے، اور ہم اس سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ الازہر شریف کو سازشی لوگوں سے محفوظ رکھنا، بے شک وہ بہت سنبھلا، قریب، دعا کو قبول فرمانے والا اور دوعہ کم کا پالنے والا ہے۔

دہری فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ اسے اپنے ارادے سے دین کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنایا، کیونکہ یہ فیکلٹی الازہر کے متعدد قلعوں میں سے ایک ایسا قلعہ ہے جو الازہر کو اس کے فرائض کی ادائیگی میں مدد دیتا ہے، اور الازہر کے قلعوں میں سے ایک وہ طالب علم بھی ہے جو فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز کے شعبہ عربی زبان و ادب سے وابستہ ہوا تاکہ وہ ادب اور شعر کی پینائیوں میں غوطہ زن ہو، یہ ادب اور شعر کسی عرب کا نہیں بلکہ ایک غیر عرب کا تھا جس نے نگہی ہوتے ہوئے روانی سے عربی بولی اور اس خوبصورتی سے عربی شاعری کی کہ مذکورہ مقالہ نگار اس غیر عربی شاعر کی عربی شاعری کو اپنے مقالے کا موضوع بنانے اور اپنے اس مقالے کی بناء پر عربی ادب اور تنقید نگاری میں ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

میں اپنے ہم منصب اساتذہ کو اہلاً وسہلاً کہتا ہوں جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے ہماری عزت افزائی کی، اور ان اساتذہ کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں جن کی ہم گفتگو سنیں گے، ہماری بڑی خواہش تھی کہ اس فیکلٹی کی ذہین ڈاکٹر محمد السعدی فرحود بھی ہمارے درمیان ہوتے لیکن وہ سفر پر ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں خیر و عافیت اور صحت کے ساتھ واپس لائے، لیکن وہ ہمارے درمیان اس فیکلٹی کی شان ڈاکٹر فوزی عبدالرشید کو چھوڑ گئے ہیں تاکہ ہم ان کی اچھی گفتگو سے لطف اندوز ہوں، میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ تشریف لائیں اور ہمیں اپنی قیمتی گفتگو سے سرفراز کریں، اس کے بعد ڈاکٹر فوزی صاحب نے درج ذیل گفتگو فرمائی۔

الان ہر شریف کی عزت و قدر میں اضافہ کیا ہے، کیونکہ قریب تھا کہ تخصص اسلامی اور عربی علوم کے امتزاج کا ختم کر دیتا، (باقی ڈپرٹمنٹ اور فیکلٹیاں صرف ایک تخصص میں محدود ہیں، مثلاً فیکلٹی آف عربیہ، فیکلٹی آف شریعہ ایڈل، فیکلٹی آف اصول الدین (حدیث تفسیر عقیدہ) ایسین فیکلٹی آف اسلامک ایڈل عربک سٹڈیز میں باقی فیکلٹیوں کی بہ نسبت زیادہ تنوع ہے، اس میں شریعہ، اصول الدین اور عربی کے منتخب مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

الازہر شریف فاطمی دور حکومت میں قائم کیا گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی اس دانشگاه کا تسلسل ہو جس کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی تھی اور جہاں سے حضرت عبید اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت علی بن ابی حبابؓ اور امت مسلمہ کی دیگر نامور شخصیات نے تعلیم حاصل کی، ہم ان شخصیات کے آج تک مرہونِ منت ہیں، الازہر شریف کا ایک حصہ عبادت کے لئے خاص ہے (مسجد الازہر) اور دوسرا وہ حصہ ہے جس کی طرف دنیا کے مختلف مراکز سے مسلمانوں کے دل کھینچتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا فہم اور نفع دینے والا علم حاصل کریں، اور جب یہ حصہ علم سے اپنے سینے روشن کر لیتے ہیں تو اپنے اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتے ہیں، یہ طلبہ اپنے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہوتے ہیں:

”وما كان المؤمنون لينفروا كافة، قلوا لنفروا كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون“ (سورة توبة ٩/١٢٢)

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام مسلمان نکل کھڑے ہوں تو ان کے ہر بڑے گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی تاکہ وہ اپنے دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کی طرف واپس آ کر انہیں ذرا سمن تاکہ وہ (گمنا ہوں سے) بچتے رہیں۔

میں غنٹگو کو زیادہ طبلوں نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن میں انحصار کے ساتھ اس بات کی

تمہارے تعلق سے اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، اور صلاۃ و سلام ہو سب رسولوں سے افضل ذات اور وجہانوں کے لئے سراپا رحمت ہستی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور ان کی آل اور صحابہ پر، اور روز قیامت تک ان لوگوں پر جنہوں نے آپ کی دعوت کو عام کیا اور سنت کو مضبوطی سے تھامے۔

احمد دہلوی کے بعد میر سے لے کر بہت سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ یہ پرنسز، مہتمم
 ادب اور محیط سے منتخب تک چھپے ہوئے اسلامی معاشرے کی نامور شخصیات میں سے تین منتخب
 شخصیات کے اعزاز میں منعقد ہے، سب سے پہلے پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب انصاری، پھر
 ڈاکٹر رزق مری ابو العباس، پھر ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ ہیں، ان حضرات نے معروف
 ہندوستانی شاعر مولانا احمد رضا حن کی شاعری (اور فکر) کے نامیاب پہلو اجاگر کرنے کی
 کوششوں میں شرکت کی جو قابل ستائش ہے، یہ ری فیکٹری نے اس شاعر کے حوالے سے لکھے
 جانے والے مقالے "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الہندی شاعر اعرابیا"
 کی بنیاد پر مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کو ایم فل کی ڈگری بھی عنایت کی، مقالے کے نگران
 ڈاکٹر رزق مری ابو العباس تھے، جبکہ اس کا مناشقہ تین افراد پر مشتمل کمیٹی نے کیا، ڈاکٹر رزق
 مری ابو العباس (نگران)، ڈاکٹر محمد السعدی فرعون (اندرونی مناقش)، ڈاکٹر القطب یوسف
 زید (بیرونی مناقش) فیکٹری نے ممتاز احمد سدیدی کو ایم فل کی ڈگری ایکسلیٹ گریڈ کے ساتھ
 دہلائی، اللہ تعالیٰ اس طالب علم کو برکتوں سے مالا مال فرمائے، اور اس کی کوششوں کو بروز
 قیامت اس کی قیہوں میں شمار فرمائے۔

اس گفتگو کے آغاز میں میرے لئے بہت خوشی کی بات ہے کہ میں حاضرین کو خوش
 کامیابیوں، ہائے دوس پاستانی، تو پو میٹ شخصیات کو میں اس پروگرام میں خوش آمدید کہتا ہوں،
 اور یہ کہ یہ بھی انتہائی خوشی کی بات ہے کہ تین اساتذہ کی عزت افزائی کا یہ پروگرام
 "اساتذہ کرام" کے ایک شہر (برائے طلباء) قاعرو میں ہو رہا ہے، اس نیک نیتی سے

طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ عرب اور عربی ثقافت کا ہندوستان کے ساتھ (اور پاکستان بھی اسی سے ہے) قدیم تعلق ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے تک پہنچتا ہے، عرب ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آئے اور اسی دوران عرب اور ہند میں ثقافتی تعلق بھی قائم ہوا، بہت سے عربوں نے ہندوستانیوں سے ہم حاصل کیا، انہی لوگوں میں سے حادث بن حلوہ الشافعی بھی ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے حبیب کی حیثیت سے مشہور ہوا، اور جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور اس کا نور ظاہر ہوا تو لازمی امر تھا کہ اسلامی ثقافت اور فکر اس خطے (ہندوستان) کے دروازے پر دستک بھی دے، اس طرح اسلامی فکر اور ثقافت ہندوستان پر اثر انداز ہوئی، اور اس تاثیر کا آغاز اموی دور میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کے فتح ہونے سے ہوا، ہمیں معلوم ہوا کہ اسلامی فتح کے ساتھ ہی بہت سے عرب علماء اور ادیب سندھ آئے، ان میں سے ربیع بن صبیح المہصری ہیں جو مشہور ترین محدث اور حدیث کے مشہور راویوں کی تدوین کرنے والے ہیں، اسی دور میں ہندوستان کے بہت سے علماء مفسر عام پر آئے جنہوں نے اسلامی علوم میں گہرائی حاصل کی اور قرآن کریم کی زبان سیکھی، میں ان میں سے چند کا ذکر کروں گا، مثلاً ابو الوظاء السندی، اور کتاب المغازی کے مؤلف ابو معشر جو فقیر، عالم اور ادیب تھے، اور اسی طرح ابن الاعرابی جو عربی زبان و ادب کی نمایاں شخصیات میں سے تھے۔

غزنوی دور میں بھی عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل رہی، اس وقت لاہور اسلامی تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کا اہم مرکز بن گیا تھا، اور خاندان غلامان کے دور حکومت میں اسی لاہور اسلامی ثقافت اور عربی زبان کی تعلیم کا مرکز رہا، ہندوستان میں حکومتیں بدلتی رہیں، مگر ہندوستان سے دو اور ملک معرض وجود میں آئے، ایک پاکستان، اور دوسرا بنگلہ دیش، جسے حکومتیں اور سیاسی نظام بدلے ویسے ہی علم و ادب اور عربی زبان کی تعلیم کی طرف متوجہ رہے، اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا کہ صرف پاکستان میں علم و ادب اور مدارس دینی تعلیم اور عربی زبان کو تدریس کے لئے خاص زور دیا گیا ہے، یہاں پر اردو زبان میں اعلیٰ سطح پر عربی زبان کی تدریس کا انتظام

موجود ہے، ایسا اے اور پی ایچ ڈی کے مرحلے موجود ہیں، انہی یونیورسٹیوں میں سے اندیشہ اسلامیات بھی ہے جو اسلام آباد پاکستان میں ہے۔

عصر حاضر میں پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی نامور شخصیات عربی ادب اور شعر کی دنیا میں گھر ہوئی ہیں، ہم ان کی عربی شاعری کا عرب کے عظیم شعراء کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو عربی زبان پر عبارت اور سبک کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ملتا، مثلاً سید سلمان ندوی جو ہندوستان کے عربی شعراء میں سے ہیں، اور مولانا احمد علی روتی جو پاکستان کے عربی شاعر ہیں، اسی طرح رحمت علی خاں اور مفتی محمد شفیع اور مفتی جمیل احمد قانوی۔ اور ڈاکٹر ضیاء الحق صوفی اور دیگر بہت سے شعراء ہیں، جو صرف پاکستان بلکہ جنوب مشرقی ایشیا، میں ادبی اور ادبی تحریک پر اثر انداز ہوئے۔

آج فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلباء) قمبر کو یہ اعزاز میسر آیا ہے کہ اس میں یہ پاکیزہ محفل منعقد ہے جس میں علماء اور ادباء برصغیر کے اسلامی شاعر مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی پارٹنر ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اس شاعر کو دین و عقیدہ، اور قرآنی زبان کے لئے تمام خدمات پر جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان علماء اور مفکرین کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس شاعر کی شاعری کے تابعدار رخ بے نقاب کئے، میں اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ان سب حضرات کی خدمات کو ان کی نیکیوں میں شمار فرمائے، اور صلاۃ سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر، ان کی آل اور اصحاب پر، میں دوبارہ آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت اور برکت نازل ہو۔

اس قیمتی گفتگو کے بعد ڈاکٹر فوزی مری ابوالعباس نے ڈاکٹر فوزی کی تاریخی اور ادبی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ہم نے ایک پر مغز جامع، اور بہت سے امور پر مشتمل گفتگو سنی ایک اچھی استقبالیہ گفتگو جو بہت سے اسماء پر مشتمل تھی، اور میرے خیال میں ڈاکٹر فوزی صاحب نے پورے پاکستان (کی عربی شاعری) پر گفتگو کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہمارے شاعر (امام) احمد رضا خان کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، انہوں نے بچپن میں مولودون میں مہارت حاصل کی، شعر لکھ تو خوب لکھا، ترکیبی تو موتی پر وئے، اللہ تعالیٰ انہیں قرآن کی زبان اور عربی کے ادب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، اگر آپ ان کا شعر سنیں تو آپ چاہیں گے کہ آپ کسی شعر کو ان کا نام بتا دیں جیسے کہ ان کا ایک مصرع ہے:

نالصبر مفر عدا واللہ مرجعنا۔ (۱)

مفر ہماری جائے پناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

اس مصرع میں حکمت و دانائی کا عروج ہے، اور یہ بات اور بھی کئی جگہ موجود ہے۔ بالخصوص اس بحث میں جتے طالب علم (ممتاز احمد سدیدی) نے حاصل قصیدہ کے عنوان سے لکھا ہے، اور یہ خصوصیت ہمارے شاعر کے بلند ذوق پر دلالت کرتی ہے، ہم اپنے شاعر کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں لیکن ایک مجلس میں ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے، لیکن ہم ابھی جن حضرات کی گفتگو سنیں گے وہ ایک سے زیادہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا مرتبہ و مقام ہے۔

اب ہم ایک بہت بڑی علمی شخصیت کی گفتگو سنیں گے، وہ تریبہ کتاہوں کے مصنف ہیں، ان کی بعض کتابیں ضخیم ہیں اور بعض کتابیں مشرقی زبانوں کے درمیان مقارنہ پر مشتمل علمی تحقیقات ہیں، انہوں نے قابل قدر علمی کام کئے ہیں اس کے علاوہ کئی نسلوں کو علم کی روشنی سے آشنا کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

انہوں نے صرف علم پر اکتفا نہیں کیا (بلکہ ادب کی دنیا میں بھی نام پیدا کیا) ان کے ہاں نازک خیالی اور اعلیٰ ذوق ہے، ان کی تصنیفات میں سے صرف چھ تو عربی دیوان ہیں، ایسا شخص قابل احترام ہے، وہ کبھی شمع روشن کرتا ہے اور کبھی پروانہ لاتا ہے، اور کبھی گلاب کے پھول پر بلبل کے چہکنے پر کان دھرتا ہے۔ (یہ دو کتابوں کے نام ہیں شمع اور پروانہ، گلاب اور بلبل) یہ دیوان شاعر کی نازک خیالی پر دلالت کرتے ہیں، میں اس مختصر مجلس میں ان کے

۱۔ اس مجمع میں اس صاحب کرامت نے فرمایا: انا صاحب فرما رہے تھے کہ ہم مولانا احمد رضا کا نام لکھنے والا شاعر

تعارف کا حق ادا نہیں کر سکتا، شاید میں ان کے علم، ذوق اور شعر کا اس وقت زیادہ اراں کر سکوں جب وہ اس مجلس کی مناسبت سے اپنے کچھ شعر سنائیں گے، اور پھر انگریزی میں گفتگو کریں گے تاکہ پاکستانی انجمنی کے لوگ اور پاکستانی حضرات ان کی گفتگو بخوبی سمجھ سکیں، میری گفتگو ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے حوالے سے تھی، ان سے گزارش ہے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا انہما فرمائیں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے اس تعارف اور ان کی ادبی خدمات کی ستائش کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے دونوں مہمانوں (سید و جاہت رسول قادری اور راقم الحروف) کو خوش آمدید کہا، انہوں نے بسم اللہ اور بارگاہ رسالت آپ میں صلاۃ و سلام پیش کرنے کے بعد کہا:

نحییكما باشتیاق المحب وننطق فی الصمت عما بقلب
علی قبلة إننا قد جمعنا فبشری لنا ثم حمدا للرب
علی صدرنا إشارة من ضیاء ہی الشمس تبدو بشرق و غرب
مدی الدھر فی دارة من سناھا فمن نال شمسا بمحو و حجب
بدین الهدی قد علت فی سماھا و ایناننا جامع خیر صحب

ہم آپ دونوں کو محبت بھر اسلام پیش کرتے ہیں، اور دل کی بات خاموشی کی زبان میں کہتے ہیں، ہم ایک قبلہ پر جمع کئے گئے ہیں، ہمارے لئے بشارت اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، ہمارے سینے پر روشنی کا تمغہ ہے، ہم ہمیشہ نور کے ایک ہالے میں ہیں اور سورج کو کون ختم کر سکتا ہے اور کون چھپا سکتا ہے؟ یہ روشنی دین ہدایت کی بدولت ہے جو اپنے آسمان پر سر بلند ہے اور ہمارا ایمان بہترین دوستوں کو جمع کرنے والا ہے۔

اس کے بعد انگریزی میں گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

محترم مہمانان گرامی! میں آپ کی وسیع نظر فی سے بہت متاثر ہوا ہوں، اور یہ بات میرے لئے انجمنی نہیں، میں نے کئی پاکستانی شہر دیکھے ہیں جیسے اسلام آباد، لاہور اور کراچی،

جہاں مسلمان بھائیوں نے بڑی کوشش سے میرا استقبال کیا، اور اس محبت پر میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو ابل پڑے، تب سے اب تک میں نے پاکستان اور اس کی ثقافت کے بارے میں چودہ کتابیں لکھی ہیں، میں نے ان کتابوں میں علامہ محمد اقبال، مولانا اٹھارہ حسین جانی، اور مولانا احمد رضا خاں کی حیات اور افکار پر روشنی ڈالی ہے، اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ آغاز ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میرے شاگرد میرے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور آخر میں پاکستان کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار یہ کہتے ہوئے کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک پاکستان کا وقار رہنوں گا، میرے پاس ایسے کلمات نہیں ہیں کہ میں آپ کا شکر یہ ادا کروں، لیکن آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری کی اس عمدہ گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب نے سید وجاہت رسول قادری کو یوں گفتگو کی دعوت دی: ہم نے ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کی گفتگو سنی، ہم ان اشعار اور پاکستانی حضرات کے لئے ان کی خصوصی گفتگو پر موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور اب ہمارے معزز مہمانوں کی باری ہے، ہم ڈاکٹر فوزی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بعض مہمانوں کا خصوصی ذکر کیا، لیکن ان مہمانوں میں سے دو شخص رہ گئے، ہم ان کا بھی ذکر کریں گے تاکہ انہیں گفتگو کا موقع دیا جائے، آج ہم نے جن مہمانوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے ان میں سے دو مہمان قابل ذکر ہیں، پہلے مہمان سید وجاہت رسول قادری، اور دوسرے فاضل عالم مولانا محمد عبدالکحیم شرف قادری ہیں، جو جامعہ اسلامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، ہم سب کو خوش آمدید کہتے ہیں، اگر ہم اسلامی ماحول میں گئے تو سب کا ذکر کرتے، لیکن ہم تمام پاکستانیوں کو دعا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سب سے زیادہ شرف عطا فرمائے۔

میرے طرف سے، عجیب بات یہ ہے کہ مولانا کسی بھی علم میں گفتگو کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ وہ اس علم میں تخصص رکھتے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور انہیں ان سے محبت کرنے والے تمام قارئین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، اب ہم سید وجاہت رسول قادری صاحب کی گفتگو سنیں گے، وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ اس خوبصورت تمہید کے بعد سید وجاہت رسول قادری تشریف لائے اور انہوں نے درج ذیل گفتگو کی: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور انجائی رحمت والا ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو دلوں جہانوں کا پالنے والا ہے، اور جس نے انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے، صلاۃ سلام و سب انبیاء اور رسولوں کے سردار اور ان سب سے افضل ہستی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ، ان کی آل، صحابہ و اہل بیت، روز قیامت تک ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

یہ بہت ہی پرست گھڑیاں ہیں کہ میں مصری یونیورسٹیوں کی اساتذہ سے باہم اور جامعہ الازہر کے اساتذہ سے بالخصوص ملاقات کر رہا ہوں، پاکستانی معاشرہ علم و ادب کے میدان میں نام کمانے والے مصری اساتذہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور ہم اس لئے مصر آئے ہیں تاکہ تین اہل علم کو گولڈ میڈل پیش کریں، یہ تینوں حضرات اگرچہ میڈلز سے بڑے ہیں لیکن یہ میڈل ہمارے دلوں میں ان حضرات کے احترام کی ایک علامت ہیں۔

امام احمد رضا عظمت والے صاحبین، ادیبوں اور مصنفین میں سے تھے، انہوں نے ایک عظیم علمی اور ادبی خزانہ یا رگاز چھوڑا ہے، یہ عظیم اسلامی ورثہ پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان، اور انگلینڈ میں بعض اداروں کے قیام سے پہلے گوشہ گمنامی میں تھا، ان اداروں کا مقصد امام احمد رضا کے عظیم ورثے کو منظر عام تک لانا تھا، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بھی انہیں اداروں میں سے ایک ہے، جس کی بنیاد سید ریاست علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۰ء میں رکھی، نور یہ ادارہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نگرانی میں سرگرم عمل ہے، اور محمد احمد رحمہ اللہ ہم تھوڑے سے عرصے میں بہت سے اہداف تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، ہم

نے امام احمد رضا کی فکر اور حیات سے متعلق کتابیں پاکستان اور بیرون ملک کی اہم لائبریریوں میں رکھوائی ہیں، اس کے علاوہ ہم نے بہت سے مقالہ نگاروں کو امام احمد رضا کی فکر اور زندگی سے متعلقہ مراجع مہیا کئے ہیں، ہم پاکستان میں کچھ عرصہ سے رضویات میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں، اور آج ہم اس پر مسرت و تعریف میں تین مصری اساتذہ کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں، یہ میڈل ہمارے دلوں میں ان اساتذہ کی محبت اور عزت کی علامت ہیں، ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے امام احمد رضا کے سلام کو عربی شہر سے عربی شہر میں ڈال دیا اور اس کا عربی نثر میں ترجمہ جناب حازم محمد احمد محفوظ صاحب نے کیا، ہم اس تنظیم علمی کام پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اس طرح دونوں حضرات نے برصغیر کے ایک علم کو المظلومۃ السلامیۃ کے ذریعے عالم عرب تک پہنچا دیا، بلا مبالغہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے اور امام احمد رضا جو معاصر عرب دنیا میں غیر معروف تھے ایک مرتبہ پھر اپنی معتدل فکر، اور علمی و ادبی کاوشوں کی بنا پر مشہور ہو گئے، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔

ہم پروفیسر ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے پاکستانی مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کے مقالے الشیخ احمد رضا خان البریلوی الہندی شاعر عربیہ کی گمرانی کے فرائض سرانجام دیے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور ہم جناب حازم محمد احمد صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مصر کے علمی اور ادبی حلقوں میں امام احمد رضا کے تعارف کی ذمہ داری اٹھائی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے، ہم مصری اساتذہ کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارا پر تپاک استقبال کیا، انہیں کرم بخشی سے خوش آمدید کہا، میں خصوصی طور پر امام الاکبر شیخ الازہر رحمہ اللہ سے ملاقات کے دوران انہوں نے ملاقات کے دوران بشرط فرصت اس پر کلام کیا، اللہ تعالیٰ انہیں اسلام، مسلمانوں اور ہماری طرف سے

جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح ہم پروفیسر ڈاکٹر محمود السید شتون ذین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلباء) قاہرہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس فیکلٹی میں پروفیسر کی اجازت دی، نیز ہم ڈاکٹر فوزی عبدالرحمن کے بھی شکر گزار ہیں۔

ہم پاکستانی انجمنی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس پروگرام میں چند حضرات کو پاکستانی حکومت اور عوام کے دلوں میں موجود لازمہ یونیورسٹی، مصری اہل علم اور مہمان نواز مصری عوام کے متعلق نیک جذبات کے اظہار کے لئے بھیجا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ
اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
اور آخر میں ہم جامعہ ازہر، جامعہ عین شمس، جامعہ القاہرہ سے تشریف لانے والے اساتذہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اسی طرح ہم تمام حاضرین کے شکر گزار ہیں جنہوں نے تشریف لا کر ہمیں اعزاز بخشا، اور اہل و آخر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

حضرت سید وجاہت رسول قادری کی گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب نے اگلے مقرر کے لئے درج ذیل تمہید باندھی: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور پھر الازہر کا احسان ہے، جب بھی الازہر کا ذکر ہوتا ہے مجھے رسول کریم ﷺ کا فرمان یاد آ جاتا ہے، آپ نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ
اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا فرمادیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے الازہر کو خیر سے جو حصہ عطا فرمایا اور مجھے اس عظیم یونیورسٹی کے فرزندوں میں سے ایک بنایا اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ اللہ تعالیٰ کے کرم پر اس کی حمد و ثنا ہے، اللہ تعالیٰ الازہر کی عزت، منفعت اور رفعت کو تمام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ سلامت رکھے، اور الازہر کو اس کا فریضہ سرانجام دینے رہنے کی توفیق عطا فرمائے بے شک وہ

بہت سخت ہے اور قریب ہے، اب دوسرے مہمان کی باری ہے، میں ان کے ساتھ پہلی ملاقات پر اپنے جذبات بیان کرتا ہوں، وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو قحط سے اور اگلے ہی دن میں ان سے ملاقات میں نے ملاقات کی گرجوٹی سے محسوس کیا کہ میں انہیں کئی سالوں سے جانتا ہوں (۱)، اور اگر میں ان سالوں کے عدد کو اتار دھادوں کہ وہ مجھے بڑھا ظاہر کر دیں تو بھی مبالغہ نہ ہوگا، میں جب ان سے ملنے ملاقات میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو طویل عرصہ سے جانتے ہیں، لیکن ملاقات آج ہوئی ہے، میرا اشارہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی طرف ہے جو چار سال پہلے رخصت ہوئے اور میں حدیث کے استاذ ہیں، اب ہم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی گفتگو سنیں گے، ان سے گزارش ہے کہ نشریف لائیں۔

ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب نے اپنے نیک جذبات ایک ایسے شخص کے حوالے سے بیان کئے جس سے ان کی پہلی ملاقات ہو رہی ہے، انہوں نے مجھے دعوت گفتگو دی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے درج ذیل گفتگو کی: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلاۃ و سلام ہو سب انبیاء اور رسولوں سے افضل ہستی پر اور

(۱) ڈاکٹر رزق مری ابو العباس بہت ہی عمدہ اور نفیس شخصیت کے مالک ہیں، پہلی مرتبہ ہی ایسی محبت سے ملنے کہ وہ ملاقات زندگی بھر فراموش نہ ہو سکے گی، انہوں نے عزیزم ممتاز احمد سدیدی کو بھی ہمیشہ بہت شفقت دی ہے، ڈاکٹر صاحب نے اپنے گھر میں ہماری پر شکلف دعوت کی اور جب ہم ان کے گھر گئے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ایسے ملتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سو سال سے جانتے ہیں لیکن ملاقات بہت عرصے کے بعد آج ہو رہی ہے، میں نے جب ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ سے کہا کہ میں اور ممتاز احمد کی والدہ آپ دونوں کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمارے نیلے کو بہت شفقت دی ہے تو دونوں نے بیک آواز کہا یہ ہمارا دینا بھی تو ہے، عزیزم ممتاز احمد نے لپٹا لپٹا کر ڈاکٹر صاحب کی مرتبہ میرے ہی مقالے کے گھرانہ مقرر ہوئے ہیں اس لئے وہ بعض مسئلہ کو میرے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹھن کا بیٹا ہے، ڈاکٹر صاحب نے شفقت کا حق ادا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو دینی اور اخروی کامیابیاں عطا فرمائے۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری

ان کی پاکیزہ دل پر، اور ان کے سب سے بڑے پر جو ہدایت کے ستارے ہیں، سب سے پہلے میں تمام ڈاکٹر حضرات کی خدمت میں جامعہ نظامیہ رخصت کے اساتذہ اور طلبہ کا سلام پیش کرتا ہوں بالخصوص اپنے استاذ محترم مفتی محمد عبد القیوم قادری صاحب کا سلام پیش کرتا ہوں، میرے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ میں اس عظیم اور قدیم یونیورسٹی میں ان اساتذہ کے سامنے گفتگو کروں جو اس پرگرام میں نشریف لائے ہیں جو ان تین مصری اساتذہ کی فکریم کے لئے جمع ہوئے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کے شیخ الاسلام و اسماعیلین امام احمد رضا خان پر تحقیقی کام کیا ہے، اور ان کا یہ اقدار امام احمد اسلام کے مشابہت افزائی ہے، اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کو امام احمد رضا کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، امام احمد رضا نے بہت سے پانستانی، بنگلہ دیشی اور ہندوستانی مقالہ نگاروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی ہے، اور ان میں سے تین مقالہ نگاروں نے امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی علمی و ادبی کاوشوں پر کام کر کے مذکورہ بالا تینوں مالک کی یونیورسٹیوں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، علاوہ ازیں رضویات نے یورپ کی بعض یونیورسٹیوں میں بھی مقبولیت حاصل کی ہے، اور عرب مالک کا قائد مصر پیدا ملک ہے جہاں اس عظیم شخصیت کی علمی خدمات کا بڑے اہتمام سے جائزہ لیا گیا ہے مصری یونیورسٹیوں میں الانازہ نے سب سے پہلے اس شخصیت کے فقہی پہلو اور پھر ادبی پہلو پر تحقیق کا دروازہ کھول دیا، پہلے ۱۹۹۸ء میں، پاکستانی مقالہ نگار مشتاق احمد شاہ صاحب کو فیکلٹی آف شریعہ ایضاً نے لفظ میں ایم فل کی ڈگری دی اور پھر دوسرے پاکستانی مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کو عربی ادب اور تنقید میں فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز سے ایم فل کی ڈگری دی گئی۔

امام احمد رضا اپنے دور کی عبقری اور بے شمار صلاحیتوں کی مالک شخصیتوں میں سے تھے وہ ان قلیل لوگوں میں سے تھے جنہوں نے علمی تحقیقات اور شمری جمالیات کو یکجا کر لیا تھا، ہم جب ان کے علمی ورثے پر نظر دوڑاتے ہیں تو انہیں پچھپن علوم و فنون میں ماہر پاتے ہیں، اور اس بات کا اعتراف ان کے ہم اثر حائے حرمین شریفین نے بھی کیا ہے، اور جب ہم ان

کی شاعری پر نظر دڑاتے ہیں تو دونوں پر اثر انداز ہونے والے ایک مجھے ہوئے شاعر معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے چودڑ بانوں (عربی، فارسی، اردو، ہندی) میں شاعری کی ہے اور عجب کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی نعت میں چاروں زبانوں کو اکٹھا کر دیا، ہر شعر کا پہلا حصہ عربی اور فارسی پر جبکہ دوسرا مصرع اردو اور ہندی پر مشتمل تھا، اس نعت میں کوئی تکلف نہیں اور شہی چڑھنے والے کو انکتہ بہت کا احساس ہوتا ہے، مولانا احمد رضا خان کے عربی، فارسی اور اردو میں دیوان ہیں لیکن انہوں نے ہندی میں شاعری کی صلاحیت ہونے کے باوجود اس زبان میں شاعری نہیں کی، اور یہ ان کے بارے میں بہت سی معلومات میں سے تھوڑی سی معلومات ہیں۔

امام احمد رضا کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے امت کی اصلاح اور نجات کا یہ نیک سنے زبردست کوششیں کیں، اسی وجہ سے بڑے بڑے اہل علم کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی، ہم صرف دو شخصیتوں کے تاثرات کا ذکر کرتے ہیں، بہت بڑے اسلامی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال ان کے بارے میں کہتے ہیں: وہ مجدد ذہن اور باریک بین عالم دین تھے، فطرتی بصیرت میں انکا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہاد کی صلاحیتوں سے ہمہ در اور برصغیر کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طبع اور ذہن، بغیر ہر شکل ملے گا۔

اب ہم ایٹمی سائنسدان، اسلام اور مسلمانوں کے لئے فخر، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رائے سنتے ہیں، ان کا کہنا ہے: آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ امت کو معیشت پر قابض ہونے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا دیا، انہوں نے ہندوؤں کے مذہبی عقائد کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں، اس کے نتیجے میں امت کی اصلاحات نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی صلاحیت والے شخص سے اصلاحات اور تعلیمی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم

وقت کی قلت کے باعث امام احمد رضا کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں کے حوالے سے طویل گفتگو ممکن نہیں، بہت سے اہل علم نے امام صاحب کی علمی کاوشوں کے حوالے سے تحقیقات کی ہیں، اور اس وقت بھی اہل علم امام صاحب کی متعدد صلاحیتوں اور ذہنی اصرار کے لئے کاوشوں پر کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں ان تینوں مصری اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی شخصیت پر کام کیا، جیسے کہ میں الامام الاکبر شیخ الاسلام، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد طحاوی، پروفیسر ڈاکٹر محمود السید شیعون (فیضانی زین) اور پروفیسر ڈاکٹر فوزی مہدیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پروگرام کی اجازت دی، اسی طرح میں مصری یونیورسٹیوں کے اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اس پروگرام میں تشریف لائے، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

اس کے بعد ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب نے سلج بیکرنی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے امام احمد رضا اور مصری امام محمد عابد کے درمیان مشابہت بیان کرتے ہوئے کہا: ہم نے مولانا محمد عبدالکبیر شرف قادری کی عمدہ گفتگو سنی، جب بھی اصلاح کی طرف امام احمد رضا خان کے رجحان اور دینی اصلاح کو کسی اور اصلاح (ڈاکٹر صاحب کا اشارہ سیاسی اصلاح کی طرف تھا) پر ترجیح دینے کا ذکر ہوتا ہے تو میں امام احمد رضا خان کے نظریے کو امام محمد عابد کے نظریے سے تشبیہ دیتا ہوں، دونوں ٹھنڈے دل سے سوچتے تھے، دونوں کا خیال تھا کہ امت کے حال زار کی اصلاح کے لئے دینی اصلاح مقدم ہے، جب اس کے دینی امور کی اصلاح ہو جائے گی تو امت اس کے بعد موجودہ (سیاسی) فساد کی اصلاح کے راستے پر خود چل پڑے گی، اس لئے کہ دینی اصلاح دلوں کی دنیا آباد کرنے، روحوں کی تہذیب اور انسانوں کی تربیت کا بہترین اور انتہائی اہم ذریعہ ہے۔

اب ڈاکٹر حسین مجیب مصری کے شاگردوں میں سے ایک فاضل محقق جناب محمود

بیرۃ اللہ نے گفتگو کی اجازت چاہی ہے، ان سے گزارش ہے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

اس کے بعد جناب مہرۃ اللہ صاحب نے درج ذیل گفتگو کی: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور صلاۃ سلام ہو ہمارے آقا رسول اللہ پر، اور آپ کی آل، صحابہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر، اور علم پر قبل کرنے والوں پر، اور اللہ کے نیک بندوں پر، اسے میرے رب امام احمد رضا کی قبر پر رحمتیں نازل فرما، جن کی محبت میں ہم یہاں جمع ہوئے ہیں، سب سے پہلے میں الازہر شریف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی نمائندگی پر وفیسر ڈاکٹر محمد سید طلحہ اوی (شیخ الازہر) پر وفیسر ڈاکٹر فوزی عہدہ کر رہے ہیں، میں اپنی طرف سے اور اپنے استاذ محترم پر وفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کے سب شاگردوں کی طرف سے، پاکستانی انجمنی سے تشریف لانے والے مہمانوں اور سید و جاست رسول قادری، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کو خوش آمدید کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی عزت و عظمت میں اضافہ فرمائے، مجھے آج کے دن بہت خوشی ہے کہ تین اساتذہ کی عزت افزائی کی جا رہی ہے، پر وفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری، ڈاکٹر رزق مری ابو العباس اور ہمارے فاضل بھائی جناب حازم محمد جن کے ساتھ مجھے چند سالوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہے، میں نے انہیں امام احمد رضا خان کے حوالے سے ایک مقالہ پیش کیا ہے، میں نے ہمارے صاحب کو ایک فقیر کے طور پر جانا ہے، میرے خیال میں امام صاحب بہت بڑے فقیہ تھے اور انہوں نے اپنے فتویٰ کی صورت میں ایک عظیم فقہی ورثہ چھوڑا ہے جس پر ہمارے عرب بھائیوں کو مطلع ہونا چاہیے، یہ ضخیم فتاویٰ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور ان تمام مسائل پر مشتمل ہے جو لوگوں کی زندگی اور آخرت سے متعلق ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا کی علمی خدمات کے سلسلے میں ان پر بے بہار رحمت فرمائے، اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائے۔

مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کی عزت افزائی میری ذاتی

عزت افزائی ہے اور ڈاکٹر صاحب کے تمام شاگردوں کی تکریم ہے، یہ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کے سینے پر ایک نیا میڈل ہے، اس سے پہلے کتنے ہی میڈل ان کے سینے پر تھے ہوئے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے علم و فہم اور اخلاق میں برکتیں عطا فرمائے۔

میں نے ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کے حوالے سے جو کچھ کہا وہ صرف اس لئے کہا کہ ان کی ماضی میں بھی علمی ادبی اور اخلاقی قدروں کی تعریف اور اب بھی ہے، اور ان کی قدر و منزلت پر ہر اس شخص کو ناز ہے جس نے ان کی شاعری یا علمی کاموں پر تحقیق کی ہے، وہ اس تکریم بلکہ اس سے زیادہ کے مستحق ہیں، میں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہوں، میرے خیال میں ہمارے زمانے کے اہل علم کے حالات ابتر ہیں، میں اساتذہ و محرم سے گزارش کروں گا کہ وہ اس طرح کے پروگرام منعقد کریں، اور اساتذہ کو بھی چاہئے کہ وہ ہمیشہ علمی اور اخلاقی قدروں کے امین ہوں، اور انہیں چاہئے کہ وہ اپنے شاگردوں سے محبت کریں، اور پوری کوشش کریں کہ ان کے پیچھے علماء کی سلیس تیار ہوں، جیسے کہ میں اپنے طالب علم بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ بھی اپنے عظیم اساتذہ کی عزت کریں، ہمارے زمانے میں کتنے ہی ایسے عظیم اور جلیل القدر نام تین جنہوں نے علم کی خدمت کی اور ان کے علمی کام ابھی تک بہترین شمار کئے جاتے ہیں لیکن ان کی توہین کی جاتی ہے، جیسے کہ ڈاکٹر رزق مری صاحب نے فرمایا کہ اہل علم دھیسے بچے تھے بحث کیا کرتے تھے، اور یہ شخصیات دھیسے پن کے ساتھ ہی متعصب تھیں، اسی لئے انہوں نے بڑے عظیم اثرات چھوڑے، اور اب تک بہت سے لوگ انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، اس لئے ہم اپنے طالب علم بھائیوں سے گزارش کریں گے کہ اساتذہ کی عزت کریں جو کہ عصر حاضر میں کم ہوتی جا رہی ہے، اور اپنی گفتگو کے آخر میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ مجھے اپنے جذبات کا موقع دیا، اللہ تعالیٰ آپ سب کو توجہ سے گفتگو سننے پر جزائے خیر عطا فرمائے، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

اس طرح جناب محمود چیرۃ اللہ نے اپنی گفتگو ختم کی، پھر ڈاکٹر رزق مری صاحب نے آخری مقرر کو گفتگو کی دعوت دیتے ہوئے کہا: میں محمود چیرۃ اللہ صاحب کو اطمینان دلاتا ہوں کہ استاذ اور شاگرد میں علم کا رشتہ ابھی تک موجود ہے، اگر محمود چیرۃ اللہ صاحب ہمارے ساتھ ممتاز احمد سدیدی کے مقالہ برائے ایم فل کے مناقشے میں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ ممتاز احمد سدیدی نے ہمارے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد السعدی فرمود کے بارے میں "ادا استاذ" (۱) کہا، کیونکہ وہ میرے استاذ ہیں میں فیکلٹی آف عربک لئنگویج میں ان کا شاگرد تھا، یعنی میں ڈاکٹر محمد السعدی فرمود کا تیس سال پہلے کا شاگرد ہوں، مجھے اب تک ان کی استاذیت، پدری شفقت اور لطف و کرم یاد ہے، میں ان کے احسانات کا شمار نہیں کر سکتا، اور میں تو ان بہت سے لوگوں میں سے ایک ہوں جنہیں ڈاکٹر محمد السعدی فرمود نے سرفراز کیا، حتیٰ کہ جب ہم اس پروگرام کی تاریخ طے کر رہے تھے تو ہمارے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمود الشیخون کا خیال تھا کہ یہ پروگرام مشکل کے روز ہو، اور جب دن اور وقت طے کر چکے تو ہمیں پتہ چلا کہ اس دن تو ڈاکٹر محمد السعدی ایک مناقشے کے لئے منصوبہ (۲) میں ہوں گے، لہذا ہم نے طے کیا کہ پروگرام بدھ کے روز ہوتا کہ ہم استاذ محترم کی موجودگی سے شاد کام ہو سکیں، لیکن وہ ہمارے درمیان اپنی فکر، علمی سخاوت اور اپنے شاگردوں پر اپنی شفقت کے ساتھ موجود ہیں (۳) میرے بھائی چیرۃ اللہ ہماری فیکلٹی ابھی تک استاذ اور شاگرد کے رشتے کی لاج رکھے ہوئے ہے، اور یہ روایت ہماری فیکلٹی کے سر کا تاج ہے، فیکلٹی کا ہر استاذ طلبہ کو اپنی اولاد گمان کرتا ہے، اور اگر کسی طالب علم کو رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے تو استاذ اسے الگ نام بھی دے دیتا ہے، اور میں فیکلٹی کے کئی اساتذہ کو جانتا ہوں جو اپنے شاگردوں کی رہنمائی کرتے ہیں

(۱) عرب حضرات کے ہاں اس اصطلاح کے استعمال کا رواج نہیں ہے، اس لئے جب راقم الحروف نے یہ اصطلاح استعمال کی تو استاذ محترم ڈاکٹر رزق مری صاحب نے بہت سرت اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا (ممتاز احمد سدیدی)

(۲) منصور مصری اصطلاح میں سے ایک اہم ضمیمہ ہے۔

(۳) پروفیسر ڈاکٹر محمد السعدی فرمود خرابی صحت کی وجہ سے پروگرام میں تشریف نہیں لاسکے تھے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ علم اور اپنے فضل و کرم سے دلائل فرماے اور ہمارے درمیان اس تعلق کو باقی رکھے جو اہل کو جمع کرتا ہے، اسلام اور ہم (رحمہما وری طرح) دو رحم ہیں جو اپنے اہل کو جمع کرتے ہیں، اب ہم "بسمائین الغفران" کے تحقیقی لطیف گفتگو سنیں گے، موصوف ہم سے پہلے مولانا احمد رضا کے شعر سے شاد کام ہوئے، اور یہ ایک حقیقت ہے، ہم چاہیں گے کہ اپنے سعادتمند بیٹے (۱) حازم محمد احمد کی گفتگو سنیں:

ڈاکٹر رزق مری صاحب کی اس گفتگو کے بعد جناب سید حازم محمد احمد صاحب نے درج ذیل گفتگو کی: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور انتہائی رحم والا ہے، پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبدالرہیم، اور محترم اساتذہ کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں اپنی گفتگو کے آغاز میں اپنے تمام اساتذہ کو خوش آمدید کہتا ہوں، خصوصاً ڈاکٹر فوزی عبدالرہیم صاحب کو جنہوں نے اس پروگرام کی اجازت دی۔

میں اسلامی جمہوریہ پاکستان سے آنے والے اپنے مہمان اساتذہ کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں، اپنے عظیم استاذ مولانا محمد عبدالکیم شرف قادری کو جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں جہاں مجھے حاضر ہونے اور پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، اسی طرح سید وچاہت رسول قادری صاحب کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں، جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر ہیں، میں پچھلے سال (۱۹۹۸ء میں) ادارہ کی طرف سے منعقد کی گئی امام احمد رضا کانفرنس میں حاضر ہوا تھا۔

الازہر شریف کو بلاشبہ ہمہ جہت قیادت حاصل ہے، اور اسلامی دنیا کی نامور شخصیات کو اسلامی دنیا اور مصر میں متعارف کروانے کا سہرا زہری علماء کے سر جتنا ہے، میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اس نے مجھے امام احمد رضا خان کا تعارف کروانے کی توفیق عطا فرمائی

(۱) یہاں مصر میں طلبہ اپنے اساتذہ کو "الاب الروحی" روحانی پاپ کہہ دیتے ہیں، اور اسی نسبت سے اساتذہ بھی اپنے شاگردوں کو بیٹا کہہ لیتے ہیں، اس کے علاوہ طلبہ اور جوہر اساتذہ بھی بہتر اساتذہ کو "استاذ نالہ کتور" (ہمارے استاذ) کہہ کر پکارتے ہیں۔

تیں نے ۱۹۹۰ء میں جب میں پاکستان تھا امام صاحب کا عربی دیوان "بساتین المغفر ان" کے نام سے مرتب کیا جس پر مقالہ نگار ممتاز احمد سیدی نے مقالہ لکھ کر امام صاحب کی فکر اور شاعری کو اجاگر کیا۔

ہم ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کا احسان نہیں بھول سکتے کہ انہوں نے امام احمد رضا خان کا تعارف عام کرنے میں بڑا اثر پایا کر داراہ کیا، اور سلام رضا کے عربی نثری ترجمہ کو نظم کے سانچے میں ڈھالنے کی ذمہ داری اپنے کندھے پر لی اور پھر ایک سو ستتر شعروں میں سلام رضا کو "المنظومة السلامية في مدح خير البرية" کے نام سے انسان اور عام فہم عربی میں عربوں اور پاکستان میں عربی سمجھنے والوں کے سامنے پیش کیا، البسطة السلاوية السلامية ہمارے جلیل القدر استاذ ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا جلیل القدر شاگرد ہے، اور اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں استاذ محترم کی کوشش کا عمل دخل زیادہ شامل ہے۔

ہم امام احمد رضا کا تعارف عام کرنے میں ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب کا عظیم کردار بھی فراموش نہیں کر سکتے، انہوں نے از رو شفقت امام احمد رضا کی عربی شاعری کے حوالے سے لکھے جانے والے مقالے کی نگرانی قبول فرمائی، اور یہ مقالہ پانچ سو سے زیادہ صفحات میں مکمل ہوا، یہ مقالہ بلاشبہ ایک عظیم کام ہے، اور اس کا سہرا ہمارے استاذ ڈاکٹر رزق مری ابو العباس کے سر پہنچا ہے۔

امام احمد رضا کا چرچا عام کرنے میں جو کردار میں نے ادا کیا وہ کچھ زیادہ نہیں ہے، (۱) امام احمد رضا پاکستان اور ہندوستان کی نمایاں شخصیات میں سے ہیں، مصری یونیورسٹیوں، الازہر الشریف، عین شمس، القاہرہ، اسکندریہ اور دیگر جامعات کے مقالہ نگاروں کو امام صاحب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، امام احمد رضا خان کا علمی ورثہ متنوع ہے، ان کی تحریریں سنی زبانوں میں ہیں، انہوں نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں لکھا، اور یہ تنوع مقالہ نگاروں کو بھی تنوع مہیا کرنے کا، اور انہیں اس عظیم اسلامی ورثے کا تعارف کروانے کا

(۱) ڈاکٹر سید حازم محمد کی توضیح اور انکساری ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائے۔

موقع دے گا، ہم امام احمد رضا کا مزید تعارف حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہم مصری جامعات کے مقالہ نگاروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس امام کی فکر، کردار اور تالیفات کا تعارف عام کریں۔

میں پاکستانی انجمنی ہے آنے والے حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے پروگرام کو شرف بخشا، میں عظیم استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا تعاون فراموش نہیں کر سکتا، اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اور اس عظیم جامعہ کے اساتذہ کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، اور جس نے بھی ہمارے ساتھ تعاون کیا، اور ہمیں کتابیں دی ہیں، ان کتابوں نے ہمیں اور سب محققین کو امام احمد رضا کے بارے میں بہت کچھ جاننے میں مدد دی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں مزید علمی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جن کے ذریعے ہم اس عظیم امام کے ذکر کو تازہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور آپ سب پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

اس طرح اظہار خیال کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا اور ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب نے درج ذیل گفتگو شروع کی: ہمارے لئے سعادت کی بات ہے کہ ہم پروگرام کے آخر میں ایک دفعہ پھر سب حضرات کو خوش آمدید کہیں، اور وہ عربی زبان جو اپنی تمام تر لطافت، آسانی اور روانی کے ساتھ کانوں سے پہلے دلوں میں جگہ بناتی ہے، مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے یوں گویا ہے: "ہم نے پاکستانی مفکرین کے بارے میں ترجمہ کے ذریعے بہت کچھ جانا لیکن آپ کے بارے میں ترجمہ کے ذریعے بھی جانا اور براہ راست اس عام فہم عربی کے ذریعے بھی جانا جسے آپ نے تحریر کیا" ہم نے مولانا کو کسی مترجم کے بغیر براہ راست جانا ہے اس لئے عربی زبان امام احمد رضا کی فکر، فقہ اور علم کو سلام پیش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے، شاید ہم دوبارہ امام احمد رضا کے علاوہ کسی اور پاکستانی شخصیت کی فکر یا شعر کے حوالے سے ملاقات کریں (۱) اور یہ ملاقات غالباً جلد ہوگی، میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ (۲)

پروگرام کے خاتمے پر پاکستانی، بنگلہ دیشی اور ہندوستانی طلبہ نے سلام رضا کے بعض اشعار بڑی روحانی کیفیت کے ساتھ پڑھے، اور دعا کے ساتھ امام احمد رضا کی فکر اور شخصیت کے متعلق مصر اور الازہر شریف میں، ورنے والا پہلا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا، امام احمد رضا خان کا شمار ہندوستان کے عظیم مصلحین میں سے ہوتا ہے، اور انہیں تصوف کی نمایاں شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع جنتوں میں جگہ عطا فرمائے اور ان پر اپنی ناصحہ و درجہ تہیں نازل فرمائے۔

دعا کے بعد امام احمد رضا خان اور مسلمانوں میں علم کا نور بانٹنے والے ان تمام علما کے لئے فاتحہ پڑھی گئی جو فانی دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں، اور میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلمان علماء کے لئے فاتحہ پڑھیں۔ شکر یہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اگرچہ امام احمد رضا خان بریلوی کا حجاز مبارک ہندوستان کے صوبے ”یو۔ پی“ کے شہر بریلی میں ہے لیکن غالباً پروفیسر ڈاکٹر رزق مری ابو العباس صاحب نے اس اعتبار سے انہیں پاکستانی مفکر قرار دیا ہے کہ امام صاحب نے دو قومی نظریہ کی حمایت اور متحدہ قومیت کی مخالفت کی تھی، اور اسی دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہی پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ (مترجم)

(۲) اس کے بعد تین اساتذہ کو میڈل پہنائے گئے، ڈاکٹر حسین حبیب مصری صاحب کو جناب مفتی منیر (پاکستانی ایکٹوٹیٹی طلبہ کے انچارج) نے پہنایا، ڈاکٹر رزق مری صاحب کو سیدہ جاہت رسول قادری صاحب نے میڈل پہنایا، جبکہ جناب حازم محمد احمد صاحب کو والد گرامی مولانا محمد عبدالکلیم شرف قادری نے میڈل پہنایا۔ (مترجم)

کلام الامام، امام الکلام

کیا ہی زوقی افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
 قرض لیتی ہے مگر پرہیز گاری واہ واہ
 حامد قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
 کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
 صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
 ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ
 پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تجھے میں رضا
 اُن سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

ابنِ حضرت محمدؐ و حضرت علیؑ
 شاہ احمد رضا صاحبِ بریلوی